فقہ السیرہ کے اسلوب سیرت نگاری میں ڈاکٹرمحمدسعیدرمضان البوطی کامنہج

Dr. Muhammad Saeed Ramadan Al-Bouti's Work in the Style of Biography of Jurisprudence

نیازاحمد[*]

پروفیسرڈاکٹرمحمدادریس لودھی[**]

Abstract

Apparently, fiqh and seerah are considered different subjects and fields of study. Fiqh relates to law and principles of shariah while seerah considered as life history of the Holy Prophet (P.B.U.H) but it’s an obvious reality that both fields of studies has a deep relation with each other. Fiqh means deep understanding of the orders of the Holy Quran, sunnah and seerah. Without understanding of these three fields thoroughly, the laws and principles of shariah cannot be followed and adopted completely. So that, deep and nearby interaction has been found between seerah and fiqh. The religion awarded to the Holy Prophet (P.B.U.H), its rules and regulations, shariah even understanding of each and every aspect of it known as fiqh.

In twentyth century, a new way of seerah writing has been observed which describes not only incidents of the Holy Prophet’s life but also shows the teachings behind these incidents and enclose the hidden aspects of wisdom and understanding. In this way of seerah writing, the solutions of contemporary problems has been derived from the incidents of seerah so that seerah can be presented in a paractical way. Such, the paractical application of seerah known as fiqh and this method of seerah writing is known as Fiqh-ul-Seerah or

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ (سیرت سٹڈیز)، بہاء الدین زکریایونیورسٹی ملتان

** پروفیسرشعبہ علوم اسلامیہ،چئیرمین سیرت سٹڈیز، بہاء الدین زکریایونیورسٹی ملتان

Jurisprudential style of biography in other words. In this regard, Muhammad Saeed Ramzan Alboti (D:2013) has written a book with the title of "Fiq-ul-Seerah" in Arabic language. In this book, solutions of problems has been derived from the seerah. In this article, the methodology of Muhammad Saeed Ramzan Alboti to find out the solutions of problems from seerat-ul-nabi has been described in detail. Through this study, it will be tried to gain guidance to resolve the contemporary issues in the light of seerah.

Keywords: Saeed Ramzan, Fiqah.ul.seerah, Contemporary issues, Islamic Jurisprudence.

تہذیبی، معاشرتی اورسماجی اقدارمیں امتدادزمانہ کے ساتھ تبدیلیاں رونماہوتی ہیں جو اپنے ساتھ بہت سے مسائل بھی لے کرآتی ہیں۔اگر مذہبی تعلیمات نئے پیش آمدہ مسائل کاحل پیش کرنے سے قاصرہوں توانسان بے بس نظرآئے گااورحالات کے جبرکاسامناکرنے کے سواکچھ نہیں کرسکے گا۔ایسی صورتحال میں اس مذہب کوآفاقی اورفطری مذہب تسلیم نہیں کیاجائے گابلکہ اسے خودساختہ انسانی نظریات کاحامل مذہب قراردیاجائے گاجس کاوحی الٰہی سے تعلق ثابت نہیں کیاجاسکے گا۔متبدل حالات اوران کے نتائج میں وقوع پذیرہونے والے مسائل ومعاملات اورحالات کے تقاضوں کے حوالے سے شریعت اسلام پرنگاہ دوڑائی جائے تواس کی آفاقیت، ہمہ گیریت، ابدیت اورجدیدیت کاپہلوواضح ہوکرسامنے آتاہے۔اسلامی شریعت کسی بھی زمانے میں لوگوں کومشکلات میں نہیں ڈالناچاہتی اورنہ ہی عدل وحکمت اورمصلحت وفطرت کادامن چھوڑناچاہتی ہے۔ابن قیم شریعت اسلامیہ کی اس خوبی کااظہارکرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فــان الشــریعہ مبناھاواساســھاعلی الحکم ومصــالح العبادفی المعاش والمعاد، وھی عدل کلھا ورحمہ کلھــا ومصــالح کلھــا وحکمہ کلھــا، فکــل مســئلہ خــرجت عن العــدل الی الجــور، وعن الــرحمہ الی ضـــدھا، وعن المصـــــلحہ الی المفســـــدہ، وعن الحکمہ الی العبث فلیست الشریعہ وان ادخلت فیھاباالتاویل''[1]

''شریعت کامــدار حکمتــوں اوردنیــوی واخــروی زنــدگی کی مصلحتوں پرہے۔شریعت پیکرعدل ورحمت اورکــل حکمت ومصلحت ہے۔جومسئلہ بھی عدل سے جــورکی طــرف، رحمت ســے زحمت کی طــرف، مصــلحت ســے مفســدت کی طــرف اورحکمت ســے عبث کی طــرف خروج کرے گاوہ شریعت کامسئلہ نہ ہوگااگرچہ تاویل کے ذریعہ شریعت میں داخل کردیاجائے۔''

امام شاطبی لکھتے ہیں:

''وضعت لمقاصدالشارع فی قیام مصــالحھم فی الــدین والدنیا معا''[2]

''شریعت دنیاوآخرت میں یکساں طورپربندوں کے مصالح اورمفادات کے تحفظ کے لیے وضع کی گئی ہے۔''

شـــــریعت قـــــرآن مجیـــــداورآپ کی ســـــنت مطہرہ کــامجموعہ ہے۔تغیرپــذیرزمانے میں معاشــرتی مســائل کاحــل تلاش کرنےاورسیرت رسول ســے رہنمــائی لیــنے کے لــیے ہمیں مطالعہ سیرت کوجدیدخطوط پراستوارکرنے اورفقہ السیرہ کے اسلوب کی مددسے سیرت رسول کی نئی تعبیروتشریح کــرنے

کی ضـرورت ہے جـوقرآن وسـنت ، اسـوہ حسـنہ اورسـیرت مبـــارکہ کے متبادرمفـــاہیم ســـے نہ ٹکـــراتی ہوں۔علامہ طاہرالقادری سیرت رسولﷺ کی اطلاقی اہمیت وضـرورت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:''سیرت میں مذکورواقعات کااپنے وقوعی زمـان ومکـان کے تنـاظرمیں ذکـراوراس کادورحاضـرکے زمـان ومکان کے تناظرمیں اطلاق اورربط وہ خلاء ہے جسے پرکـرنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ اس کے بغیرہم سیرت کی اصل معنویت تک رسائی نہیں پاسکتے۔''[3]

حوصلہ افزاءبـات یہ ہے کہ بیسـویں صـدی میں بہت سے لوگوں نے اس ضـرورت کومحسـوس کـرتے ہوئے سـیرت رسولﷺ کونئے زاویوں سـے دیکھـتے ہوئے مسـائل جدیـدہ کے حل کی طرف پیش قـدمی کی ہے۔فقہ السـیرہ کے اسـلوب کے حامل سیرت نگـاروں نے سـیرت النبیﷺسـے اخذواسـتنباط کے کام کوفروغ دیـاہے جوہمـارے لیے روشـنی کی ایـک کـرن ہے۔ذیـــل میں اســـی حـــوالہ ســـے ڈاکٹرمحمدسعیدرمضـــان البوطی کے منہج واسلوب کاجائزہ پیش کیاجارہاہے۔

فقہ السیرہ کامعنی ومفہوم

فقہ السیرہ مرکب اضافی ہے جوفقہ اورالسـیرہ سـے مـل کربنـاہے۔بعض مرکبـات میں لفـظ فقہ محض تفہیم ، سمجھ بوجھ اورادراک کے معـانی میں اسـتعمال ہواہے جبکہ بعض مرکبات میں شـرعی احکـام اورکسـی خـاص شخصـیت یاکسی خاص طبقہ کی خاص معاملات میں شـرعی وقـانونی

رائے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔گویالفظ فقہ بعض مقامات پرلغوی اوربعض مقامات پراصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

لغوی طورپراس کامعنی علوم وفنون کاگہراادراک ہے۔ جبکہ اصطلاحی مفہوم میں اس سے مرادواقعات سیرت سے شرعی احکام، مواعظ وحِکَم اوردروس وعبرکااستنباط ہے۔ ڈاکٹرفاروق حمادہ اپنی کتاب ''مصادرالسیرۃ النبویۃ وتقویمھا''میں اسی معنی کولیا ہے۔[4]ڈاکٹرمحموداحمدغازی فقہ السیرۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بیسویں صدی کی ابتدامیں فقہ السیرۃ کے نام سے مطالعہ سیرت کاایک نیااندازسامنے آیا ہے۔اس کامقصدمحض سیرت کی تاریخی تفصیلات سے اعتناءکرنانہیں بلکہ اس کاحقیقی مقصدیہ ہے کہ سیرت کے ان تاریخی واقعات اورتفصیلات میں جوسبق پنہاں ہے اس کونمایاں کیاجائے۔جوبصیرتیں اورحکمتیں سیرت پاک میں پوشید ہ ہیں ان کوسامنے لایاجائے۔اس کاوش کانام بہت سے حضرات نے فقہ السیرۃ رکھا ہے۔''[5]

فقہ السیرۃ کےاسلوب سیرت نگاری میں عقائدسے لے کرکلامیات تک اورسیاسیات سے لے کراجتماعیات تک سیرت کے تمام پہلوؤں کااحاطہ کیاجاتا ہے۔علاوہ ازیں بعض حضرات نے روایات سیرت کے حوالے سے روایت ودرایت کے اصولوں اورسیرت نگاری کے ماخذومصادرکی تنقیح اوراصول

سیرت نگاری کے اطلاق کوبھی فقہ السیرہ کانام دیاہے۔[6] عمومی اعتبارسے فقہیات سیرت، کلامیات سیرت، سیرت کے ادبی واجتماعی پہلوؤں کافہم اورسیرت کے احداث ووقائع کی تحلیل وتاویل فقہ السیرہ کامیدان ہے۔متقدمین کی سیرت نگاری میں ان تمام گوشوں سے بحث کی گئی ہےبلکہ بعض کتب کوان سب جوانب کی جامع کےطورپرشمارکیاجاسکتاہے۔فقہ السیرہ کاایک اسلوب وہ ہے جس میں سیرت کے مختلف گوشوں کی مددسے شرعی احکام کاتعین کیاجاتاہے۔[7]اوریہی وہ پہلویااسلوب ہے جس کے لیے سب سےز یادہ فقہ السیرہ کی اصطلاح کااستعمال کیاگیاہے۔

علامہ محمد سعیدرمضان البوطی کا منہج واسلوب

علامہ سعیدرمضان البوطی نے ایک منفرداندازتحریراپنایاہے۔انہوں نے اپنی کتاب میں اپنائے گئے اسلوب کی مددسے نہایت شاندارطریقے سے سیرت نگاری وفہم سیرت کوایک نئی جہت سے روشناس کرایاہے۔ان کااپنایاگیا اسلوب درج ذیل ہے۔

مقصدتالیف

علامہ سعیدرمضان البوطی نے ابتداء میں مقصدتالیف بیان کردیاہےکہ میں نے اس کتاب میں ان غلطیوں بلکہ انحرافات کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے جن کابہت سے

معاصراہل قلم شکارہوگئے تھے۔[8] معاصراہل قلم سے ان کی مرادوہ لوگ ہیں جوجدیدیت کے نام پرنام نہادعصری اسلوب میں لکھنے اورسیرت رسولﷺ کوعصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے دعویدارہیں۔ایسے سیرت نگاروں نے اپنی عادات واطوارکواسوہ حسنہ سے ہم آہنگ کرنے کی بجائے اسوہ رسولﷺ کوزمانے اوراپنی خواہشات سے ہم آہنگ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ وہ اپنے جدیدبیانیے اورطرزفکرکوسیرت رسولﷺ کے مطابق سمجھ کراپنے آپ کومطمئن کرسکیں ۔اسی بات کومولاناابوالکلام آزادنے قرآن پاک کی تشریح وتوضیح کے حوالے سے بیان کیاہےکہ یہ صورتحال فی الحقیقت مسلمانوں کے عام دماغی تنزل کانتیجہ ہے۔انہوں نے جب دیکھاکہ قرآن کاساتھ نہیں دے سکتے توکوشش کی کہ قرآن کواس کی بلندیوں سے اس قدرنیچے اتارلیں کہ ان کی پستیوں کاساتھ دے سکے۔[9] اسی طرح جب نام نہاد متجددین نے یہ محسوس کیاکہ وہ آپ ﷺ کی سیرت اوراسوہ حسنہ کاساتھ نہیں دے سکتے توانہوں نے کوشش کی کہ سیرت مبارکہ کی تشریح اپنے نظریات کے مطابق کریں جوان کی خواہشات کاساتھ دے سکے۔

سیرت نگاری کافہم

البوطی کےمطابق انیسویں صدی کے اواخرمیں بہت سے نام نہاددانشوروں ، مستشرقین اوران کے ہمنواؤں کاایک مخصوص مکتب فکروجودمیں آیاجن کاکام نبی اکرمﷺ کی سیرت مبارکہ سے متعلق مغالطوں کوہوادینااورانہیں

بڑھاچڑھاکرپیش کرناتھا[10] وہ اس مکتب فکرکے وجودمیں آنے کا ایک بنیادی سبب یورپ کی سائنسی وعلمی ترقی سے مرعوبیت ہے۔اس لیے انہوں نے یورپ کی تقلیدکرتے ہوئے ''دینی اصلاح '' کے نام سے ایسی فکرکی بنیادڈالی حالانکہ دین حق میں کبھی کوئی فسادپیدانہیں ہواکہ اسے کسی مصلح یااصلاح کی ضرورت پڑے ۔

ہمیں محض آپ ﷺ کی عظمت، فصاحت یاحکمت میں غورکرنے کی بجائے آپ ﷺ کی شخصیت کامطالعہ اس اندازسے کرناچاہیے کہ ہم ان کی تعلیمات کوسمجھ اورپرکھ سکیں اوران کی صحت یاعدم صحت کے دلائل کوآشکاراکرسکیں۔ البوطی کے مطابق مطالعہ سیرت سے مراد یہ ہے کہ :

''ان دراسۃ السیرۃ النبویۃ لیست سوی عمل تطبیقی یرادمنہ تجسیدالحقیقۃ الاسلامیۃ کاملۃ،فی مثلھاالاعلی محمد ﷺ''[11]

''سیرت نبوی کے مطالعہ سے ایک ایساتطبیقی عمل مرادہے جس سے حقیقت اسلام کا ایک مکمل ڈھانچہ سامنے آئے جس کی سب سے افضل واعلیٰ مثال حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔''[12]

عقل ومنطق کاتقاضاہے کہ ہم آپ ﷺ کی نشوونماء، اخلاق وکردار، ذاتی اورخانگی زندگی، صبراورجدوجہد، جنگ وامن، دوستوں اوردشمنوں کے ساتھ معاملات، دنیااوراس کی لذتوں اورر نگینیوں کے بارے میں رویہ ، غرض آپ ﷺ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کامعروضی مطالعہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کانبوی پہلو

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے نبوی پہلوکااظہارعلامہ البوطی کے منہج کی ایک خصوصی پہچان ہے۔انہوں نے کتاب کی ابتداء میں ہی اس کی وضاحت کردی کہ مسلمان کے لیے شایان شان نہیں ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی حیات رسولﷺ کامطالعہ محض اس حیثیت سے کرے کہ آپﷺ بے مثال عبقری، عظیم قائدیازیرک انسان تھے۔ایسی کوشش درحقیقت ان عظیم الشان حقائق کے انکاریاان سے کھلواڑ کے مثل ہے جن سے آنحضرتﷺ کی زندگی معمورنظرآتی ہے۔ روشن اورتابندہ حقائق ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ تمام اعلیٰ اخلاق، عقلی اورنفسانی اوصاف سے متصف تھے اوران سب کاسرچشمہ ایک عظیم الشان حقیقت تھی اور وہ یہ کہ آپﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے نبی بناکربھیجے گئے تھے۔یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ ہم فروعی چیزوں کواصل جگہ پررکھ دیں اورپھراصل کے مطلق وجودکوہی فراموش کردیں۔

غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کے دوران آپﷺ صحابہ کے ساتھ شدیدبھوک برداشت کرتے ہیں یہاں تک کہ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیٹ پرپتھرباندھ لیتے ہیں۔اس قسم کی محنت ومشقت کرنے پرکس چیزنے آمادہ کیا؟کیا اس کامحرک قیادت وسیادت کاحصول تھا؟یامال کی حرص یااقتدارکی ہوس تھی؟یہ تمام اہداف ومقاصدان تمام پریشانیوں اورتکالیف سے متعارض ہیں۔جوشخص جاہ ومنصب اوراقتدارکاخواہشمندہوتاہے وہ اس قسم کی تکلیفیں کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔

غزوہ خندق کے دوران حضرت جابرکادعوت کرنااورتھوڑاساکھاناسینکڑوں صحابہ کے لیے کافی ہوجانے کا واقعہ آپﷺ کی اپنے اصحاب کے ساتھ محبت اورقدرت الٰہی کے بالمقابل مادی اسباب سے اعراض پراللہ تعالیٰ کی جانب سے آپﷺ کی قدرافزائی کامظہرتھا۔اس قسم کی تائیدات سے واضح ہوتاہے کہ نبی ہونے کی حیثیت سے آپﷺ کووہ خصوصیات عطاکی گئی تھیں جن سے متصف ہوکرآپﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائدکردہ فرائض کوبخوبی انجام دیا۔[13] اس طرح کے بے شمارواقعات آپﷺ کی نبوی شخصیت کوروشن کرتے ہیں اورآپﷺ کودنیاکے باقی تمام مصلحین سے ممتازکرتے ہیں۔

واقعات سیرت سے دروس وحِکَم کااستنباط

علامہ سعیدرمضان البوطیؒ واقعات سیرت سے دروس وحکم کااستنباط کرتے ہیں جواکثراوقات عصرحاضر سے کافی مطابقت رکھتی ہیں۔ان کی اسی خوبی کی وجہ سے ان کی کتاب کوشہرت عامہ نصیب ہوئی ۔

آپﷺ کے یتیم پیداہونے کی حکمت

آپﷺ کے یتیم پیداہونے میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ اہل باطل کولوگوں کے دلوں میں شبہ پیداکرنے اوراس وہم میں مبتلاکرنے کاموقع نہ ملے کہ محمدﷺ نے بعدمیں جس دعوت کاعلَم بلندکیااس کی انہیں بچپن میں تربیت مل چکی تھی۔اس شبہ کوتقویت اس بات سے ملتی کہ آپﷺ کے داداپنی قوم کے سردارتھے اورانہیں رفادہ اورسقایہ کے

مناصب حاصل تھے اورعام طورسے ایساہی ہوتاہے کہ دادااپنے پوتے کی اورباپ اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرتاہے کہ وہ اس کی میراث کی حفاظت کرسکے۔اس لیے اللہ نے اپنے رسول کی پرورش کاانتظام باپ، ماں اورداداسے دوررکھ کرکیاتاکہ اہل باطل کواس قسم کاشبہ کرنے کاموقع نہ مل سکے۔[14]یہ ایک آسان اور قابل فہم حکمت بہت سے باطل شبہات کوردکردیتی ہے کہ آپﷺ کادعویٰ نبوت خاندانی سیادت کے قیام واستحکام کے منصوبے کاعملی اظہارتھا۔

حضرت خدیجہ کے مال کی تجارت اوران سے نکاح کی حکمتیں

حضرت خدیجہؓ ایک باعزت، مال دار اورتاجرخاتون تھیں۔جب انہوں نے آپﷺکی دیانت داری اوراخلاق حسنہ کے بارے میں سناتوآپﷺ کوپیشکش کی کہ آپﷺ ان کامال تجارت لےکرشام جائیں۔آپﷺنے یہ پیشکش قبول کی۔میسرہ نے ا س سفر میں آپﷺ کے خصائص اوراعلیٰ اخلاق کامشاہدہ کیااورواپس آکرسب کچھ حضرت خدیجہؓ کوبتایا۔حضرت خدیجہؓ نےآپﷺکونکاح کاپیغام پہنچایا جسے آپﷺنے قبول فرمایااورآپﷺ کاحضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوگیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ کے پیش نظرجسمانی لذت اندوزی کے اسباب اورلوازمات نہیں تھے ۔اگرایساہوتاتوآپﷺاپنے سے کم عمریاکم ازکم اپنے برابرعمرکی خاتون سے نکاح کرتے۔آپﷺ ان کی شرافت ونجابت کی بناء پران کی طرف مائل ہوئے تھے۔جواپنی قوم میں عفیفہ طاہرہ کے لقب سے مشہورتھیں۔

حضرت خدیجہؓ نے پینسٹھ سال کی عمرمیں وفات پائی جس وقت آپﷺ کی عمرمبارک پچاس برس تھی۔آپﷺ اس عرصے میں کسی دوسری بیوی کاتصوربھی ذہن میں نہ لائے۔اگرآپﷺ چاہتے توایساکرسکتے تھے اوریہ اس وقت کے عرف اورعادات کے خلاف بھی نہ ہوتا۔[15]مستشرقین نے تعددازواج کوموضوع بحث بنایااورآپﷺ کی ذات کوداغ دارکرنے کی کوشش کی۔انہوں نے آپﷺ کولوگوں کے سامنے ایک شہوت پرست اورجسمانی لذت میں ڈوبے ہوئے شخص کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

قرآنی آیات سے استدلال

البوطیؒ اپنی رائے کے اثبات میں کثرت سے قرآنی آیات پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی رائے مدلل اورمضبوط ہوجاتی ہے۔مثال کے طورپروہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عقائدکے اعتبارسے تمام انبیاء ورسل کی دعوتوں میں ادنیٰ سابھی فرق نہیں تھالیکن شریعت واخلاق کے اعتبارسے زمانی تقاضوں اورحالات کے مطابق ان کی دعوتوں میں اختلاف یافرق کاپایاجانافطری چیزہے۔اس دعویٰ کے اثبات میں وہ موسیٰؑ کی دعوت کے بارے میں قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ بھی بنیادی طورپراسلام ہی کی طرف تھی۔قرآن پاک میں ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ،وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاۗءَتْنَا ۭرَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾ (الاعراف: 125،126)

''انہوں نے کہا بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔تو ہم سے صرف اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے، اے ہمارے رب ! ہم پر صبر انڈیل دے اور حالت اسلام میں ہماری روح قبض کرنا ۔''

ان آیات میں مسلمین کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ کی دعوت بھی اسلام کی دعوت ہی تھی ۔ اس کے بعدبیان کرتے ہیں کہ اسی دعوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ کی بعثت ہوئی۔اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران:52)

''بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے علم حاصل ہونے کے باوجود جو باہم اختلاف کیا وہ ایک دوسرے سے عناد کے باعث تھا، اور جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ''

البوطی کے مطابق دین اسلام حنیفیت کاتسلسل ہے جس پراسلام دشمن پردے ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں وہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی پیش کرتے ہیں:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا﴾(الحج:78)

''اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے، اسی نے تم کو برگزیدہ بتایا ہے اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی، (یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے، اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں بھی(تمہارایہی نام ہے)۔

ان تمام آیات سے ثابت ہوتاہے کہ تمام انبیاء نے دین اسلام کاپرچار کیا اوربنیادی عقائدکی تعلیم وتبلیغ میں سب متفق تھے۔کسی کی تعلیم اس سے مختلف نہ تھی البتہ شریعت اوراخلاقیات میں جزوی فرق ہوسکتا ہے۔ان کے اس طریقہ استدلال میں قرآن کوبنیادی اہمیت حاصل ہے جوان کی بات کومضبوط وموٴیدکرتی ہے ۔

ذاتی رائے کابیان

البوطی سیرت سے متعلق بہت سے مقامات وواقعات کے حوالے سے دوسرے سیرت نگاروں کے خیالات وآراء کاذکرکرنے کے بعدان کی تردیدبھی کرتے ہیں اور اس حوالے سے اپنی ذاتی رائے کو مدلل اورآسان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جزیرۃ العرب میں آپ ﷺ کی بعثت کی حکمتوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کاخیال ہے کہ اس میں اللہ

تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ باطل مذاہب اورکھوٹی تہذیبوں کے علم برداروں کاعلاج اوران کی رہنمائی دشوارہوتی ہے اس لیے کہ ان میں جوبرائیاں پائی جاتی ہیں وہ ان کے لیے باعث افتخارہوتی ہیں اوران کے مقابلے میں وہ لوگ جوابھی تلاش وتحقیق کے مرحلے سے گزررہے ہوں وہ اپنی جہالت کاانکاراورتہذیب تمدن کی برتری کادعویٰ نہیں کرتے ایسے لوگ اپنی خامیوں کاعلاج کرنے اوررہنمائی قبول کرنے پرآمادہ ہوتے ہیں البوطی کے نزدیک یہ حکمت صرف ان لوگوں پرصادق آتی ہے جو محدود صلاحیتوں اورمعمولی طاقت وقوت کے مالک ہوں ایسے لوگ آسان اوردشوارمیں فرق کرتے ہیں اورآسانی اور آرام طلبی کوترجیح دیتے ہیں عرب کے لوگ ایسے نہ تھے اس خطے کوآپ ﷺ کی بعثت کامرکز بنانے میں وہی حکمت کارفرماتھی جوآپ ﷺ کوامی رکھنے میں تھی تاکہ لوگوں کوآپ ﷺ کی نبوت میں شبہ نہ رہے۔ حکمت الٰہی یہ تھی کہ جس ماحول میں آپ ﷺ کی بعثت ہو وہ بھی اردگردکی قوموں کے مقابلے میں امی ہو اور اطراف کی تہذیبوں کی اسے ہوانہ لگی ہو اس کے فکری پیمانے گمراہ فلسفوں سے آلودہ نہ ہوئے ہوں اپنی رائے کی دلیل قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت سے دیتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الجمعہ:2)

''وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کے باطن کو صاف کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''[16]

فقہی مسائل کااستنباط

البوطی واقعات سیرت سے بہت سے فقہی مسائل کااستنباط کرتے ہیں جوان کے اسلوب کی بنیادی خصوصیت ہے۔ انہوں نے پہلی ہجرت حبشہ سے مندرجہ ذیل احکام واصول کااستنباط کیاہے۔

عقیدے کی حفاظت کے لیے وطن اورزمین و جائیدادکوقربان کیاجاسکتاہے نہ کہ اس کے برعکس

دین کومضبوطی سے تھامنااوراس کی بنیادوں کوقائم کرناہرقوت کاسرچشمہ ہے۔یہ مال، جائیداد، آزادی اورعزت وشرافت کے حقوق کی حفاظت کاضامن ہے۔اس لیے اسلام کی طرف دعوت دینے والوں اورمجاہدین کافرض ہے کہ اپنے تمام وسائل دین اوراس کے اصول ومبادی کی حمایت ومدافعت میں لگادیں اوروطن، زمین، جائیداد، مال اورزندگی کوعقیدے کی حفاظت اوراس کی ترویج کاذریعہ بنادیں۔[17]

سوال ہوتاہے کہ مکہ اس وقت دارالاسلام تھاتوصحابہ نے مکہ کوچھوڑ کرحبشہ ہجرت کیوں کی کیوں اس وقت حبشہ غیرمسلم ملک تھا؟یادرہے کہ اس وقت مکہ اورحبشہ کی حیثیت ایک ہی تھی۔اپنے دین پرعمل کرنے اوردوسروں کواس کی طرف دعوت دینے میں جہاں بھی

صحابہ کوزیادہ آسانی تھی وہ وہاں قیام کرنے کاحق رکھتے تھے۔[18]

مشروط طورپرغیرمسلموں کی پناہ حاصل کی جاسکتی ہے

ہجرت حبشہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بوقت ضرورت غیرمسلموں کی پناہ حاصل کی جاسکتی ہے خواہ پناہ دینے والااہل کتاب میں سے ہویامشرک ہو۔ہجرت حبشہ میں مسلمانوں نے نجاشی سے پناہ لی جواہل کتاب میں سے تھااورطائف سے واپسی پرآپﷺنے مطعم بن عدی سے پناہ لی جومشرک تھا۔بدیہی طورپریہ اجازت اس بات سے مشروط ہے کہ اس سے اسلامی دعوت کوکوئی نقصان پہنچنے یادین کے کسی حکم کے بدل جانےکااندیشہ نہ ہویااس کی وجہ سے کسی حرام کام پرخاموشی نہ لازم آتی ہو۔[19]

شہیدکوغسل دینااورنمازجنازہ پڑھنا

شہداءِغزوہ احدکے بارے میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مقتولین کوخون میں لت پت دفن کرنے کاحکم دیااوران کی نمازجنازہ بھی نہیں پڑھی۔[20]آپﷺ نے ایک قبرمیں دودوآدمیوں کودفن کیا۔اس سے علماء نے استدلال کیاہے کہ معرکہ جہادمیں شہیدہونے والے کوغسل دیاجاتاہے اورنہ اس کی نمازجنازہ پڑھی جاتی ہے۔اسی طرح فقہاء نے اس سے یہ بھی استدلال کیاہے کہ ضرورت کے وقت ایک

قبرمیں ایک سے زائدمیتوں کودفن کرناجائزہے لیکن بلاضرورت جائزنہیں ہے۔ امام شافعی نے فرمایاہے: ''متواتر احادیث سے معلوم ہوتاہے کہ آپﷺ نے ان کی نمازجنازہ نہیں پڑھی۔بعض روایات سے معلوم ہوتاہے کہ آپﷺ نے دس دس کے گروپ کی نمازجنازہ پڑھائی اورہرگروپ میں حضرت حمزہؓ شامل تھے یہاں تک کہ ان نمازجنازہ سترمرتبہ پڑھی گئی۔ایسی روایات ضعیف اورموضوع ہیں۔[21]

حربیوں کی مملوکہ چیزیں مسلمانوں کے لیے حلال ہیں

غزوہ بدرکے موقع پرجب مسلمان مدینہ سے نکلے تھے توان کامقصدکفارمکہ سے جنگ کرنانہیں تھابلکہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ پرقبضہ کرناتھا ۔لیکن اللہ تعالیٰ کی منشاء تھی کہ انہیں اس سے بھی بڑی فتح عطاکرے۔اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتاہے کہ حربیوں کی عام مملوکہ چیزیں مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔ان کے لیے جائزہے کہ ان پرقبضہ کرکے انہیں اپنے تصرف میں لائیں۔اس حکم پرتمام فقہاء کااتفاق ہے۔اس کاایک عذریہ بھی تھاکہ جومہاجرین چھپ کرمکہ سے نکلے تھے ان کے مال واسباب پرکفارمکہ نے قبضہ کرلیاتھااس لیے اب ان کی چیزیں ان مہاجرین کے قبضہ میں آئیں گی توان کے نقصان کی کچھ تلافی ہوجائے گی۔[22]

دلائل کے ساتھ اختلافِ فقہاءکابیان

البوطی اکثرمقامات پراختلافی مسائل میں صرف آئمہ کاموقف بیان کرنے پراکتفاکرتے ہیں لیکن بعض مواقع پرفقہاء کی رائے کے ساتھ ان کے دلائل بھی مختصراً بیان کرتے ہیں۔ انہی مقامات میں سے ایک مقام مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے بارےمیں مختلف فیہ مسئلہ کابیان ہے۔مالکیہ اوراحناف کامسلک یہ ہے کہ زمین کومطلق تقسیم نہیں کیاجائے گابلکہ اس کی پیداوارمسلمانوں کے مصالح کے لیے وقف ہوگی۔ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے بعداس کی زمینیں تقسیم نہیں کی تھیں بلکہ ان کی پیداوارکومسلمانوں کی خوشحالی کے لیے وقف کردیاتھا۔

شوافع اورحنابلہ کامسلک یہ ہے کہ جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی دوسری چیزوں کی تقسیم کی طرح زمین کی تقسیم بھی ضروری ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ آپﷺ نے بنونضیرکے اموال غنیمت کوفوج کے درمیان تقسیم نہیں فرمایاتھااس کاسبب یہ تھاکہ دشمن سے جنگ نہیں ہوئی۔اگرمال فئی کےتقسیم نہ کیے جانے کے جواز کی علت یہی ہے تواس سے واضح ہے کہ جب یہ علت نہیں پائی جائے گی تویہ حکم بھی عائدنہیں ہوگااوراموال غنیمت کی تقسیم کامنصوص حکم نافذہوگاخواہ اراضی کامعاملہ ہویاکسی اورچیزکا۔[23]

اس بحث میں لائق توجہ بات سورہ حشر میں مذکورعلت ہے۔اوراس علت کامقصدایک ایسے عدل پرورمعاشرے کاقیام ہے جس میں لوگوں کے طبقات اورگروہ

ایک دوسرے سے قریب ہوں اوران کے درمیان دوریاں پیداکرنے والے ان اسباب کاخاتمہ ہو۔اللہ تعالی نے ایسے معاشرے کے قیام میں معاون کچھ متعین وسائل واسباب کی نشاندہی فرمادی ہے اورہمیں انہیں اختیارکرنے اوران سے تجاوزنہ کرنے کاپابندبنایاہے۔اس لیے یہ کہناجائزنہیں کہ ''اسلام کامقصدعدل اجتماعی کاقیام ہے، اس کے لیے ہم جوچاہیں اسباب اورذرائع اختیارکریں''بلکہ یہ مقصداوروسیلہ دونوں کے معاملہ میں حدسے تجاوزشمارہوگا۔[24]

ممکنہ سوالات اوران کے جوابات کی توضیح

البوطی کاایک اندازیہ ہے کہ وہ واقعات سیرت پر ہونے والے ممکنہ سوالات بیان کرتے ہیں اوران کے جوابات بھی خودہی پیش کردیتے ہیں تاکہ قاری مکمل طورسمجھ سکے ۔

آغازِوحی کےوقت پیش آنے والے حالات کے حوالے سے البوطی نے شانداربحث کی ہے جس سےمنکرین وحی و نبوت کے تمام شبہات رفع ہوجاتےہیں۔ان کے نزدیک آغازوحی کی حدیث پردین کے تمام حقائق بشمول عقائدوشرائع مبنی ہیں۔اس کوسمجھے اوراس پریقین کیے بغیران تمام غیبی خبروں اورتشریعی احکامات پریقین کرناممکن نہیں جنہیں لے کرنبی ﷺ اس دنیامیں تشریف لائے۔لیکن بعض لوگوں نے کہاکہ محمدﷺ برابرغوروفکرکرتے رہے یہاں تک کہ مسلسل

تدریجی کشف کے نـتیجہ میں ان کے دل میں ایـک ایسـاعقیدہ آگیاجوان کے خیال میں بت پرستی کاخـاتمہ کرسـکتاتھا۔بعض نے یہ کہاکہ انہوں نے قــرآن اوراســلام کے اصــول ومبــادی بحــیراراہب ســے ســیکھے تھے۔کســی نے یہ کہاکہ محمــدﷺ اعصـابی مـریض یابالفـاظ دیگرمـرگی کاشـکارتھے۔ان تمـام نظریـــــات وتـــــاویلات کامقصـــــد محض آپﷺ کی نبـــــوت کاانکارکرنــااورکھینچ تــان کــروحی کی حقیقت میں التبــاس پیـداکرکےاس میں اورالہام و قلـبی واردات کے درمیـان خلـط ملـط کـرنے کی کوشـش کرنـاہے۔اس لـیے کہ اگـروحی کی حقیقت میں شـکوک وشـبہات پیـداکردیے جـائیں جـو آپﷺ کے لائے ہوئے دین پرمسلمانوں کے ایمان ویقین کاسرچشــمہ ہے، تو وہ بآسانی وحی کے ذریعے معلوم ہونے والے عقائداوراحکام کاانکارکرسکیں گے اوراس نظریے کوتقویت دے سـکیں گے کہ محمدﷺ نے جن اصولوں اورشـرعی احکـام کی طـرف دعـوت دی ہے وہ ان کی ذاتی سوچ کانتیجہ تھے۔[25]

وحی کاآغـــاز جس اندازســـے ہوااس ســـے فطـــری طورپرکــئی ســـوالات ذہن میں آتے ہیں اوران ســـوالات کے جوابـات تلاش کرنےسـے وحی کے آغـازمیں پوشـیدہ حکمـتیں واضح ہوتی ہیں۔سوالات یہ ہیں:

1۔رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ جبریل ؑ کواپنی آنکھـوں سـے کیـوں دیکھـا؟جبکہ یہ بھی ممکن تھـاکہ وحی پس پــردہ آجائے۔

2۔کیوں اللہ نے آپ کے دل میں رعب ڈال دیااورآپ اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصررہے؟ جب کہ اللہ کی آپ سے محبت اورحفاظت کاظاہری تقاضایہ تھاکہ وہ آپ کے دل میں سکینت نازل فرماتااورآپ کی ڈھارس بندھاتاچنانچہ آپ پرخوف طاری نہ ہوتا؟

3۔آپ کواپنی جان کاڈرکیوں ہوا؟اوریہ خیال پیداہواکہ غارمیں دکھائی دینے والاکہیں جن نہ ہو؟

4۔آپ نے یہ کیوں نہیں سوچ لیاکہ وہ اللہ کابھیجاہواامانت دارفرشتہ تھا؟

5۔ابتدائی وحی کے بعداتناعرصہ یہ سلسلہ منقطع کیوں رہا؟جس کے سبب آپ پرگھبراہٹ طاری ہونے لگی؟

البوطی ا ن سوالات کے مندرجہ ذیل جوابات دیتے ہیں۔

1۔آپ نے غارحرامیں حضرت جبریل کواپنی آنکھوں سے دیکھاکہ وہ کہہ رہے تھے''پڑھو''اس سے واضح ہوتاہے کہ وحی کوئی ذاتی اورداخلی چیزنہیں تھی جس کاتعلق محض قلبی واردات سے ہوبلکہ یہ ایک خارجی حقیقت کے استقبال اوراس سے استفادہ کامعاملہ تھا۔یہ اندازاسی بیرونی استفادہ کی تاکیدتھی اوراس تصورکی نفی تھی کہ یہ محض اندرون نفس پیداہونے والاخیال ہے۔

2۔آپ نے غارمیں جوکچھ دیکھااورسنااس سے آپ کے دل میں خوف اوررعب طاری ہوگیا یہاں تک کہ آپ گوشہ نشینی ختم کرکے لرزتے ہوئے گھرواپس آئے۔اس سے

ہرعقل ودانش رکھنے والے پرواضح ہوجاتاہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ آس لگائے نہیں بیٹھے تھے کہ آپ کورسول بنایاجانے والاہے۔وحی کانزول آپ کے تصورسے ہم آہنگ ہوکریاآپ کے دل میں آئے کسی خیال کی تکمیل کے طورپرنہیں ہواتھابلکہ یہ صورتحال اچانک پیش آئی تھی۔

3۔آپ اچانک خوف ناک صورتحال سے دوچارہوگئے جس کی مزیدوضاحت آپ کے اس وہم سے ہوتی ہے کہ غارمیں آپ نے جس کودیکھااورجس نےآپ کوبھینچاتھاوہ کہیں جن نہ ہو۔آپ نے اپنے اس وہم کااظہار حضرت خدیجہؓ سے بھی کیا۔اللہ تعالیٰ اس بات پرقادرتھاکہ آپ کوڈھارس بندھاتااوریہ بتاکرمطمئن کردیتاکہ ان سے گفتگوکرنے والے جبریل ہیں ۔لیکن حکمت الٰہی کایہ تقاضاتھاکہ آپ ﷺ کی ماقبل بعثت کی شخصیت اورمابعدبعثت کی شخصیت دونوں کے درمیان مکمل علیحدگی ہوجائے اور واضح ہوجائے کہ اسلامی عقائدیااسلامی شریعت کاکوئی جزرسول اللہ ﷺ کے دماغ میں پہلے سے نہیں پک رہاتھا۔

4۔وحی کے موقوف ہونے میں بھی ایک دلکش حکمت پوشیدہ تھی۔اوروہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے فکری محاذپریلغارکرنے والوں کاقطعی ردہوجاتاہے۔ جووحی نبوی کی تاویل اس اندازپرکرتے ہیں کہ وہ طویل اورپیہم غوروفکرکے نتیجے میں حاصل ہونے والاکشف تھااوراس

کاتعلق آپ کے خارج سے نہیں تھابلکہ اندرون نفس سے تھا۔

واقعات سیرت میں تطبیق وتوجیہ

سفرطائف سے واپسی پرآپ نے ایک مقام پرجنوں سے ملاقات کی اورانہیں قرآن پڑھ کرسنایاجس کوسن کرجن اسلام لے آئے۔اس واقعے سے متعلق احادیث سے جواشکالات پیداہوتے ہیں البوطیؒ نے ان کاجواب دیاہے ۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓسے مروی جوواقعہ درج ہے اس میں ہے کہ آپ بازارعکاظ تشریف لے گئے اورراستے میں مقام نخلہ میں نمازفجرمیں قرآن کی تلاوت کے دوران جنوں نے قرآن سنااورایمان لائے۔امام ترمذی نے بھی انہی الفاظ میں یہ روایت نقل کی ہے البتہ اس کے شروع میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ توجنوں کے سامنے قرآن پڑھ کرسنایاتھااورنہ انہیں دیکھاتھا۔جبکہ امام مسلم کی روایت کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ نے نبی ﷺ کے جنوں کے سامنے قرآن پڑھنے کااثبات کیاہے۔اسی لیے امام مسلم نے حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرنے کے بعدحضر ت ابن مسعودؓ کی روایت بیان کی ہے کہ میرے پاس جنوں کاایک ہرکارہ آیا۔میں اس کے ساتھ جنوں کے پاس گیااوران کے سامنے قرآن پڑھ کرسنایا۔البوطی کے مطابق دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ان کودوواقعات پرمحمول کیاجائے ۔

ابن اسحاق اورابن ہشام کی روایات اورکتب احادیث کی روایات میں دوپہلوؤں سے فرق ہے۔اول یہ کہ ابن اسحاق کی روایت میں اس کاکوئی اشارہ نہیں پایاجاتاکہ آپ ﷺ نمازمیں صحابہ کی امامت کروارہے تھے بلکہ معلوم ہوتاہے کہ آپ ﷺ تنہانمازاداکررہے تھےجبکہ دیگرروایات میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نمازمیں صحابہ کی امامت کررہے تھے۔ دوم یہ کہ ابن اسحاق کی روایت میں نمازفجرکی تخصیص نہیں ہے جبکہ دیگرروایات میں نمازفجرکاذکرہے۔اس کے مطابق ابن اسحاق کی روایت میں توکوئی اشکال نہیں ہے لیکن دوسری روایت میں دوطرح سے اشکال واردہوتاہے۔

اول یہ کہ یہ بات معلوم ہے کہ سفرطائف میں آپ ﷺ کے ساتھ صرف زیدبن حارثہ ؓ تھے تویہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کی امامت کررہے تھے۔دوسری بات یہ کہ پانچ نمازوں کی مشروعیت اسراء کے موقع پرہوئی اورمعراج کاواقعہ بیشترمحققین کے نزدیک طائف کے بعدپیش آیاہے۔پھریہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ فجرکی نمازپڑھ رہے تھے۔

پہلے اشکال کاجواب یہ ہے کہ اس بات کااحتما ل موجودہے کہ واپسی میں جب آپ ﷺ نخلہ کے مقام پرپہنچے ہوں جومکہ کے قریب ہے تووہاں بعض صحابہ سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوگئی ہواورآپ ﷺ نے ان کے ساتھ فجرکی نمازاداکی ہو۔رہادوسرااشکال تواس کے جواب میں یہ کہاجاسکتاہے کہ جنوں کے آپ ﷺ سے قرآن سننے کاواقعہ ایک سے زائدمرتبہ

پیش آیا۔پہلے واقعے کی روایت حضرت ابن عباس نے کی اوردوسری مرتبہ وہ نمازوں کی فرضیت کے بعدپیش آیاجس کی روایت حضرت ابن مسعود نے کی۔دونوں واقعات صحیح ہیں۔جمہورمحققین کی یہی رائے ہے۔یہ توجیہ اس صورت میں کی جاسکتی ہے۔ جب تسلیم کرلیاجائے کہ واقعہ معراج طائف کے بعدپیش آیا۔لیکن اگراسے سفرطائف سے قبل تسلیم کرلیاجائے توکوئی اشکال پیدانہیں ہوتا۔[26]

احادیث میں تطبیق وتوجیہ

علامہ البوطی واقعات سیرت سے متعلق بادی النظرمیں باہم متعارض احادیث میں تطبیق پیداکرنے کی سعی کرتے ہیں۔ بخاری اورمسلم نے دومختلف سندوں سے روایت کیاہے کہ اس غزوے میں ہاتھ آنے والی عورتوں کوآپ ﷺ نے مجاہدین میں تقسیم کیاتوبعض صحابہ ؓ نے آپ ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا''ایساکرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔قیامت تک جس روح کوبھی اس دنیامیں آناہے وہ آکررہے گی۔''[27]

اس واضح حدیث کی بناء پرجمہورآئمہ عزل کے جوازکے قائل ہیں لیکن اس سلسلے میں انہوں نےبیوی کی رضامندی کی شرط عائدکی ہے۔اس لیے کہ ایساکرنے سے اسے ضررپہنچنے کاامکان رہتاہے۔لیکن اگراس کاسبب غربت اورتنگدستی کااندیشہ ہو۔ توایساکرنامکروہ ہے۔

ابن حزم مطلقاً عزل کی حرمت کے قائل ہیں۔ان کی دلیل امام مسلم کی روایت کردہ وہ حدیث ہے۔ جس میں نبیﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیاگیاتوآپﷺ نے فرمایا''یہ خفیہ طریقے سے درگورکرنا ہے۔''[28]ابن حزم نے اوراحادیث سے بھی استدلال کیاہے۔ لیکن وہ سب صحابہ پرموقوف ہیں۔مثال کے طورپرانہوں نےاپنی سندسے حضرت نافع سے روایت کیاہے کہ حضر ت ابن عمرؓ عزل نہیں کرتے تھے اورفرماتے تھے کہ اگرمجھے معلوم ہوجائے کہ میراکوئی بیٹاعزل کرتاہے تومیں اسے سخت سزادوں گا۔اسی طرح انہوں نے حجاج بن منہال کی سندسے روایت کیاہے کہ حضرت علی بن ابی طالب عزل کو ناپسند کرتے تھے۔[29] حضرت جابرؓ کی وہ حدیث جس سے جمہورنے استدلال کیاہے اس کے بارے میں ان کاکہناہے کہ وہ منسوخ ہے۔[30]

علامہ البوطی کے مطابق عزل کے بارے میں آپﷺ کافرماناکہ یہ خفیہ طریقے سے درگور کرناہے ا س کامطلب اس کی تحریم نہیں ہے بلکہ آپﷺ کے اس ارشادکودیگرثابت شدہ احادیث سے نہی تنزیہی پرمحمول کیاجائے گاجیساکہ جمہورکامسلک ہے۔[31]

ابن حزم کایہ دعویٰ کہ عزل کے جوازپرمستدل احادیث منسوخ ہیں، اس کی تردیدحضرت جابرؓ کی اس حدیث سے ہوجاتی ہے جسے صحاح ستہ کے مؤلفین میں امام ابوداؤدکے علاوہ سب نے روایت کیاہے۔وہ فرماتے ہیں:''ہم رسول اللہﷺ کے عہدمیں عزل کرتے تھے جبکہ

قرآن نازل ہورہاتھا۔''امام مسلم کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ''اللہ کے نبیﷺ کویہ بات معلوم ہوئی لیکن آپﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا۔''اگرعزل کے جوازکاحکم آپﷺ کی وفات تک باقی نہ رہاہوتاتوحضرت جابرؓ یہ بات نہ کہتے اورضرورواضح کردیتے کہ آخرمیں اس سلسلے میں کیاحکم شرعی قرارپایاتھا۔[32]

مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات

البوطی مختلف ابحاث کے دورا ن مستشرقین کےاعتراضات ذکرکرکے ان کے جوابات بھی دیتے ہیں۔اعلانیہ تبلیغ کے حکم کے بعدآپﷺ نے کوہ صفاپراہل مکہ کو اسلام کی دعوت دی۔اس مرحلہ پرجوطریقہ کاراپنایاگیا اس سے البوطی نے چنددروس کااستنباط کیاہے جومستشرقین اوراسلامی نظام پرمختلف طریقوں سے حملہ کرنے والوں کی بنیادکواکھاڑ پھینکتے ہیں۔

حضورﷺ کی دعوت کامقصدعرب قومیت کی ترویج نہیں تھی

مستشرقین کے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ آپﷺ کی دعوت اوراس حوالہ سے تمام کوششوں کامقصدعرب قومیت کی ترویج تھی۔ اعلانیہ دعوت کے آغازوانداز اوراس کے ابتدائی نتائج سے یہ ثابت ہوتاہے کہ ایسابالکل نہیں تھا۔رسول اللہ ﷺ نے قریش اورعربوں کے سامنےجودعوت پیش کی وہ ایک ایسی چیزتھی جس کی

انہیں قطعی توقع نہیں تھی۔یہی وجہ ہے کہ اس پرابولہب نے سخت سست کہااورسرداران قریش اورعام عرب اس کی مخالفت پرکمربستہ ہوگئے۔آپﷺکامقصداگرعرب قومیت کی ترویج ہوتاتوقریش اورعام عربوں کی طرف سے ایسی شدیدمخالفت اوردشمنی کبھی سامنے نہ آتی بلکہ ان میں سے اکثراس سے خوش ہوتے ۔ایک اعتراض یہ ہے کہ آپﷺ اورصحابہ کرامؓ کی جدوجہددائیں بازو(عیش وعشرت کے دلدادہ مال دارو صاحب اقتدارلوگ)کے خلاف بائیں بازو(غریب اورظلم وزیادتی کے شکارلوگ) کی بغاوت تھی۔[33]کیونکہ مکہ میں اصحاب محمدﷺ کی اولین جماعت زیادہ ترفقراء، غلاموں اورمظلوموں پرمشتمل تھی جواس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپﷺ کی اتباع کرکے اپنی پریشانیوں کاازالہ کرناچاہتے تھےاور اپنے لیے بہترمعاشی مستقبل کی امیدرکھتے تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد ہی دنیااپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ ان کے قدموں میں آ گئی تھی جس سے واضح ہوتاہے کہ اس مقصدکاحصول رسول اللہ ﷺکے منصوبہ میں شامل تھا۔

1۔ پہلی دلیل کاجواب یہ ہے کہ شریعت لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنے، ظالم کولگام ڈالنے اورمساوات قائم کرنے کاحکم دیتی ہے۔اس لیے اس سے اعراض صرف وہی لوگ کریں گے جوظلم وزیادتی اورسرکشی کی زندگی گزارنے کے عادی ہوگئے ہیں کیونکہ شریعت کے نفاذ سے انہیں نقصان ہوگا۔اورہروہ شخص اس شریعت

کااستقبال کرے گا جوکمزوراورمظلوم ہواورظلم اورسرکشی کی تجارت میں اس کاکوئی حصہ نہ ہو۔آپ ﷺ کے گردجمع ہونے والوں کواس بات کایقین تھاکہ آپ ﷺ حق پر ہیں اوراللہ کے رسول ہیں اس لیے انہوں نے آپ ﷺ کاساتھ دیاجبکہ سرداری کے منصب پرفائز لوگوں کامزاج اور حالات ان کے لیے حق کے سامنے خودسپردگی اوراس سے ہم آہنگی کی راہ میں سنگ گراں بن گئے ۔

2۔ دوسری بات کہ آپ ﷺ کامنصوبہ معاشی مفادات کاحصول تھا۔اس کابھی حقیقت سے دوردورتک کوئی واسطہ نہیں ہے۔اگرایساہوتاتوکفارمکہ نے جب آپ ﷺ کومال ودولت اورسرداری کی پیشکش کی تھی آپ ﷺ اس پیشکش کوقبول کرلیتے۔ معرکہ قادسیہ کے موقع پرحضرت ربعی بن عامرؓ رستم کے دربارمیں مظاہرعیش وعشرت پرحقارت کی نظرڈالتے ہوئے یہ نہ کہتے کہ ''اگرتم لوگ اسلام قبول کرلوگے توہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے اورتماری سرزمین اورمال تمہارے حوالے کردیں گے۔''کیاجولوگ اقتدار، زمین اورمال واسباب کے لیے اتناکچھ کرتے ہیں وہ یہ بات کہتے ہیں؟[34]

اس سے پتہ چلتاہے کہ آپ ﷺ اورصحابہ کرامؓ کے مقاصدحکومت کاحصول اورمعاشی مفادات نہ تھے۔آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اورصحابہ کواس پریقین تھااوران کی تمام

جہدوجہداللہ کے پیغام کوعام کرنے اورانسانیت کی بھلائی کی خاطرتھی۔

واقعات سیرت اورعقائد

البوطی نے مختلف مقامات پرعقائدسے متعلق بھی گفتگوکی ہے۔انہوں نےجنوں کے وجودکوثابت کیاہے۔اوران کے وجودکی نفی کوقرآن وحدیث کی صحیح نصوص کاانکارقراردیاہے۔ ابن اسحاق نے بیان کیاہے کہ سفرطائف سے واپسی پرجنوں کے ایک گروہ نے آپﷺسے قرآن سناجواس بات کی دلیل ہے کہ جن ایک وجودرکھتے ہیں ، وہ مکلف ہیں اوریہ کہ ان میں سے بعض ایمان لائے اوربعض ایمان نہیں لائے ۔سورہ احقاف کی ان آیات میں اس بات کاصریح ذکرہے:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (احقاف:31۔29)

''اور (اے حبیب !) جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن غور سے سنتے تھے، پھر جب وہ وہاں (یعنی بارگاہ نبوت میں) حاضر ہوئے تو انہوں نے (آپس میں) کہا : خاموش رہو، پھر جب (پڑھنا) ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے (یعنی داعی الی الحق) بن کر واپس گئے۔ انہوں نے کہا : اے ہماری قوم (یعنی اے قوم جنات) ! بیشک ہم نے ایک (ایسی) کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام کی تورات) کے بعد اتاری گئی ہے (جو

اپنے سے پہلے (کی کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے
(وہ) سچے (دین) اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت
کرتی ہے۔اے ہماری قوم ! تم اللہ کی طرف بلانے
والے (یعنی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) کی بات قبول کرلو اور ان پر ایمان لے آؤ (تو)
اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب
سے پناہ دے گا''

ان آیات میں تصریح ہے کہ جنوں کاوجودہے اورانہوں نے آپ سے قرآ ن سنا اور آپ پرایمان لائے۔اللہ نے انہیں اسی طرح عبادات کامکلف بنایاہے جس طرح ہمیں مکلف کیاہے۔اللہ نے ان کے وجودکوہماری آنکھوں میں پائی جانے والی قوت بینائی سے ماوراء رکھاہے۔اس مخلوق کاوجودچونکہ کتاب وسنت کی یقینی اورمتواترخبروں سے ثابت ہے اوریہ چیزدین کے ناگزیرعقائدمیں سے ہے۔اس لیے تمام مسلمانوں کااس بات پراجماع ہے کہ جنوں کے وجودکے انکاریااس میں شک سے ارتداداوربے دینی لازم آتی ہے۔اوراللہ اوراس کے رسول ﷺ سے حاصل ہونے والی سچی اورمتواترخبرکی تکذیب ہوتی ہے۔

اسراء ومعراج سیرت رسولﷺ کاایک اہم واقعہ ہے۔جس کاخلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کورات کے ایک مختصرحصہ میں مسجداقصی، سدرۃ المنتہیٰ اورعرش معلیٰ تک پہنچایااورشرف ہم کلامی بخشا۔اس واقعہ کے وقوع پذیرہونے کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے۔ابن سعدنے

الطبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے اٹھارہ مہینے قبل 17رمضان کوپیش آیا۔[35]

اس بات میں اختلاف ہے کہ آپﷺ کایہ سفرروحانی طورپرتھایاجسم اورروح دونوں نے سفرکیا۔جمہورمحققین کے نزدیک آپﷺ کایہ سفرجسم اورروح دونوں کے ساتھ ہواتھا۔ البوطیؒ کے مطابق متقدمین ومتاخرین علماء کااتفاق ہے کہ اسراء اورمعراج روح اورجسم دونوں کے ساتھ ہوئے تھے ۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھاہے:

''صحیح بات یہ ہے کہ جس کے اکثرلوگ ، بیشترعلمائے سلف اورعام متاخرین فقہاء، محدثین اورمتکلمین قائل ہیں کہ واقعہ اسراء آنحضرتﷺ کے جسم اطہرکے ساتھ پیش آیاتھا۔تمام آثاراس پردلالت کرتے ہیں ،اوران کے ظاہری مفہوم کواس وقت تک ترک نہیں کیاجاسکتاجب تک کہ کوئی دلیل نہ ہو،اورانہیں ظاہرپرمحمول کرنامحال بھی نہیں ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو۔''[36]

علامہ ابن حجرنے شرح بخاری میں لکھاہے:

فمنهم من ذهب إلى أن الإسراء والمعراج وقعا في ليلة واحدة في اليقظة بجسد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وروحه بعد المبعث، وإلى هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثين والفقهاء والمتكلمين وتواردت عليه ظواهر الأخبار الصحيحة، ولا ينبغي العدول عن ذلك إذ ليس في العقل ما يحيله حتى يحتاج إلى تأويل۔[37]

''اســراء اورمعــراج ایــک ہی رات میں ، بیــداری کی حــالت میں، آنحضــرتﷺ کے جسـم اورروح دونــوں کے ســـاتھ پیش آئے۔جمہورعلمـــائے حـــدیث، فقہاء اورمتکلمین اســی کے قائــل ہیں۔صــحیح روایــات کاظاہری مفہوم اسی پـردلالت کرتـاہے۔اس کـوترک کرنامناســب نہیں ہے۔اس لــیے کہ عقلی طورپرایســاہونامحال نہیں ہے۔کہ تاویــل کی ضــرورت ہو۔''

جمہورفقہاء، محــدثین اورمتکلمین کے نقطہ نظــرکے مطابق اسراء اورمعراج حالت بیداری میں ہوئی۔ آپﷺ جسم ظـاہری کے سـاتھ تشـریف لے گـئے اورتمـام امـورپیش آئے۔ البوطی نے عقلی دلیل یہ دی ہے کہ مشـرکین قـریش نے اس خــبرکوبہت اہمیت دی تھی اوراس پــرتعجب کااظہارکیاتھــا اورفوراً اس کوجھٹلادیاتھا۔اگریہ محض خواب کی بــات ہوتی اورآپﷺ نے یہ خبران کے سامنے محض خواب کی حیـثیت سـے پیش کی ہوتی تــوان لوگــوں کی جــانب ســے کســی حــیرت، تعجب یاتردیدوتکذیب کامظاہرہ نہ ہوتـا۔اس لـیے کہ خـواب میں دکھــائی دیــنے والی چــیزیں حدودســے مــاوراہوتی ہیں اورایسے خواب مسلمان اورکافرسب دیکھتے ہیں۔[38] یہ ایک پختہ عقلی دلیـل ہے کہ آپﷺ کواســراء اورمعــراج جســمانی اورروحــانی دونــوں طورپرہوئی تھی اورآپﷺ نے قــریش کے سامنے اسی نوعیت میں اس کااظہارکیاتھا۔

نبیﷺ اجتہادکرتے تھے

یہ ایک اہم بحث ہے کہ کیارسول اللہ ﷺ کوہمیشہ وحی سے رہنمائی ملتی تھی یاآپ ﷺ کچھ معاملات پرخودبھی اجتہادکرتے تھے۔جمہورعلمائے اصول کانقطہ نظریہ ہے کہ آپ ﷺ کواجتہاد کاحق حاصل تھا۔وہ غزوہ بدرکے قیدیوں سے متعلق واقعہ سےاستدلال کرتے ہیں کہ مشورہ سے طے پایاکہ ان سے فدیہ لے کرانہیں چھوڑدیاجائے۔اس موقع پرنازل ہونے والی آیات میں اس فیصلہ پرآپ ﷺاورصحابہ کرام کی تائیدنہ ہوئی ۔اس واقعہ سے معلوم ہوتاہے کہ آپ ﷺ کواجتہادکرنے کاحق حاصل تھا۔اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ آپ ﷺ کے اجتہادمیں تصحیح کے ساتھ ساتھ غلطی کاامکان بھی تھااگرچہ وہ غلطی باقی نہ رہتی بلکہ وحی کے ذریعہ اس کی اصلاح کردی جاتی تھی۔

شارح اللمع فرماتے ہیں کہ ''نبی ﷺ سے غلطی کاصدورممکن تھالیکن اس پرقائم نہیں رہ سکتے تھے بلکہ فوراً آپ ﷺ کومتنبہ کردیاجاتاتھا۔'' ابواسحاق شیرازی فرماتے ہیں:''ہمارے بعض اصحاب کاخیال ہے کہ آپ ﷺ سے غلطی کاصدورممکن نہ تھا۔یہ بات صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ:43)''اللہ آپ کو سلامت (اور باعزت و عافیت) رکھے، آپ نے انہیں رخصت (ہی) کیوں دی (کہ وہ شریک جنگ نہ ہوں) '' اس سے معلوم ہوتاہے کہ آپ ﷺ سے غلطی سرزدہوگئی تھی۔[39]

امام بیضاوی نے آیت مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰي (الانفال:67) کی تفسیرمیں لکھاہے کہ یہ اس بات کی دلیل

ہے کہ انبیاء کرام اجتہادکرتے ہیں اور ان کے اجتہادمیں غلطی ہوسکتی ہے۔ لیکن وہ اس پرقائم نہیں رہتے۔''[40]

تفردات علامہ البوطی

علامہ البوطی کئی معاملات پرمنفردرائے کے حامل ہیں جودوسرے سیرت نگاران کے ہاں نہیں پائی جاتی ہے۔ علامہ البوطی کے چندتفردات مندرجہ ذیل ہیں۔

اسلام میں روایات کاوجودنہیں

اس عنوان پرالبوطی نےشانداربحث کی ہے جواسلامی نظام پرہونے والے بہت سے اعتراضات کوپیداہونے سے قبل ہی ختم کردیتی ہے۔اہل زبان اورماہرین سماجیات کے عرف میں روایات ان عادات کے مجموعے کوکہتے ہیں جوآباء واجدادسے چلی آتی ہیں یاجوکسی ماحول یاکسی شہرمیں لوگوں کے باہمی ربط سے عام ہوگئی ہیں بشرطیکہ ان عادات کوبقاء ودوام ملنے کابنیادی سبب محض تقلیدہو۔اس تعریف کی روسے سماج میں رائج زندگی گزارنے کے طریقے، خوشیوں کے موقع پرلعوولعب کے مظاہر، رنج وغم کے موقع پرماتم کی شکلیں اوروہ تمام چیزیں جن کے لوگ عادی ہوگئے ہوں اوروہ زمانہ قدیم سے نسل درنسل چلی آرہی ہوں یاتأثراورربط باہمی کی وجہ سے لوگوں نے انہیں خودبخوداختیارکرلیاہو، زبان اورسماجیات کی اصطلاح میں روایات کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں کئی مواقع پراہل عرب کی مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے آباءواجدادسے موروثہ روایات کی خوبیوں یاخرابیوں میں غورکیے بغیرخودکوان کاغلام بنارکھاہے۔ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾(المائدہ:104)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی طرف جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول (مکرّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں : ہمیں وہی (طریقہ) کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ (دین کا) علم رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین اسلام بشمول عقائدواحکام عقل ومنطق پرمبنی ہے اوراس کو اختیار کرنے کامقصدانسانوں کادنیوی اوراخروی مفادہے۔اسی لیے ایمان باللہ اوراس سے متعلق دیگراعتقادی امورکی صحت کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ وہ یقین اورآزادفکرکی اساس پرقائم ہوں اوراس میں کسی تقلیدیاعرف کادخل نہ ہو۔اس سے واضح ہوجاتاہے کہ دین روایات کے خلاف اعلان جنگ کرنے اوراس کی غلامی سے لوگوں کونجات دلانے کے لیے آیاہے۔اس لیے کہ اس کے تمام اصول اوراحکام عقل سلیم پرمبنی ہیں جبکہ روایات محض تقلیداورپیروی کے محرک پرقائم ہوتی

ہیں جن میں بحث وتحقیق اورآزادانہ غوروفکرکی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

اسلام میں روایات نام کی کوئی چیزنہیں ہے خواہ اس کاتعلق عقیدہ سے ہویادیگرنظاموں اوراحکام سے۔ عقیدہ عقل ومنطق کی اساس پرقائم ہے اوراحکام کی بنیاددنیوی واخروی مصالح پرہے۔البوطی ان لوگوں کوغلطی پرقراردیتے ہیں جواسلام کی عبادات، احکام وقوانین اوراخلاقیات کواسلامی روایات کانام دیتے ہیں۔اس غلطی سے ذہن اس طرف منتقل ہوتاہےکہ اسلامی اخلاقیات کی قدروقیمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایسے الٰہی اصول ہیں جن میں انسانیت کی سعادت وفلاح کارازپنہاں ہے بلکہ اس کاسبب یہ ہے کہ اسلامی نظام ایسی قدیم عادات پرمشتمل ہے جوباپ داداکے زمانہ سے چلی آرہی ہیں۔اسلامی نظام کوروایات قراردینے کامقصد اسلام کے بیشترنظاموں اوراحکام پرروایات کاپردہ ڈال کرلوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالناہے کہ اسلامی اصولوں اوراحکام کی حیثیت روایات کی ہے تاکہ وہ یہ بھول جائیں کہ یہ نظام درحقیقت ایسے اصول ہیں جوعقل سلیم کی بنیادپرقائم ہیں۔اس صورت میں دشمنان اسلام کے لیے آسان ہوگاکہ ایسی جگہ سے اس پرحملہ کریں جہاں سے اسے نقصان پہنچایاجاسکتاہو۔

اسلام نے جونظام اورقوانین پیش کیے ہیں ان کی حیثیت اصول ومبادی کی ہے۔انسانوں کے وضع کردہ اصول توبسااوقات غلط ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کے پیش کرنے والوں

کہ افکارمیں انحرافات پائے جاتے ہیں لیکن اسلام کے اصول کبھی غلط نہیں ہوسکتے اس لیے کہ جس ذات نے انہیں وضع کیا ہے وہی عقول وافکارکابھی خالق ہے۔محض یہ عقلی دلیل ان اصولوں پرایمان لانے اوران کی عظمت اورصحت کایقین کرنے کے لیے کافی ہے۔[41]

مذکورہ بالاگفتگوبہت سے شبہات اوراعتراضات کاقلمع قمع کردیتی ہے۔عصرحاضرمیں کئی ایسی چیزیں ہیں جن کوزمانے کی ضروریات سے متصادم قرار دے کران سے برأت کااعلان کیاجارہاہے۔

جہادفی سبیل اللہ کی اقدامی اوردفاعی جہادمیں تقسیم

علامہ البوطی کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کواقدامی جنگ اوردفاعی جنگ میں تقسیم کرنادرست نہیں ہے۔عام طورپر جہادکوانہی دومذکورہ بالااقسام میں تقسیم کیاجاتاہے۔جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جب مستشرقین نے مسلمانوں پرشدت پسنداورظالم ہونے کاالزام لگایااورغزوات کواس الزام کی دلیل بنانےکی کوشش کی توسیرت نگاروں نے اس اعتراض سے بچنے کی خاطرجہادکواقدامی اوردفاعی میں تقسیم کیااورکہاکہ آپﷺ کی اکثرجنگیں دفاعی تھیں۔ لیکن علامہ البوطی کے مطابق ایسانہیں ہے کیونکہ جہادکی مشروعیت کادارومدارنہ دفاع برائے دفاع پرہے نہ اقدام برائے اقدام پر۔جہادکادارومداراس ضرورت پرہے کہ اسلامی

معاشرے کوکامل شکل میں تمام اسلامی اصول ومبادی اورنظاموں کے ساتھ قائم کیاجائے۔اس کے لیے اقدام کرناپڑے یادفاع اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔[42]

اس حوالے سے البوطی کی بات کافی معنی خیزمعلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کواسلامی معاشرہ قائم کرنے کاحکم دیاگیاتھااورتمام غیرمنصفانہ طورطریقوں کی بیخ کنی کرنے کی تلقین کی گئی تھی اوراس کے لیے صرف دفاعی جہادکافی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰي لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (الانفال: 39)

''اور (اے اہلِ حق !) تم ان (ظلم و طاغوت کے سرغنوں) کے ساتھ (قیامِ امن کے لیے) جنگ کرتے رہو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ (باقی) نہ رہ جائے اور سب دین (یعنی نظامِ بندگی و زندگی) اللہ ہی کا ہوجائے۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتاہے کہ جہادکی مشروعیت اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہوئی ہے اس کواقدامی یادفاعی میں محصورکرنادرست نہیں ہے۔لیکن مغالطہ پیداکرنے والوں کامقصدایک ہی تھاکہ مسلمانوں کوجہادسے دورکردیاجائے کیونکہ اسی صورت میں شیطانی قوتوں کی بقاء نظرآتی تھی۔ بعض لوگوں نے کہاکہ اسلام تلوارکے زورپرپھیلااوراسلامی فتوحات ظلم وجبرکے نتیجے میں ہوئی ہیں۔ دوسرانظریہ یہ تھاکہ اسلام امن وسلامتی کادین

ہے۔اس میں جہادکی مشروعیت صرف اس صورت میں ہے جب کھلی جارحیت کاجواب دینامقصودہو۔یہ دونوں نظریے باہم متضادہیں لیکن دونوں کامقصداخیر لوگوں کوانہی بحثوں میں الجھاکرحقیقی جدوجہدسے دورکرناہے۔ڈاکٹروہبہ الزحیلی اپنی کتاب''آثارالحرب فی الفقہ الاسلامی '' میں معروف مستشرق اندرسن سے ہونے والی اپنی گفتگونقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''اہل مغرب اورخاص طورپرانگریزڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں کے درمیان جہادکاتصورنہ ابھرآئے۔اگرایساہوگیاتوان کاشیرازہ متحدہوجائے گااوروہ اپنے دشمنوں کاپامردی سے مقابلہ کرنے لگیں گے۔اسی لیے وہ جہادکے منسوخ ہونے کے نظریے کورواج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔''[43]

قبیلہ بنوسعدمیں آپﷺ کی پرورش کے دوران واقعہ شق صدرپیش آیاجس کاشمارنبوت کے اشارات میں سے ہوتاہے۔اس میں یہ حکمت نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک میں کوئی غدہ شرتھاجسے نکال کرپھینک دیاگیاجیساکہ عام طورپربیان کیاجاتاہے۔[44]اس لیےکہ اگرانسان سے شرصادرہونے کاسبب جسم کے کسی گوشے میں پایاجانے والالوتھڑہ ہوتاتوعمل جراحی کے ذریعے برے آدمی کونیک بنایاجاناممکن ہوتابلکہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپﷺ کامعاملہ مشتہرہوجائے اورلوگوں کومعلوم ہوجائے۔گویایہ معنوی تطہیرکاعمل تھاجسے اس مادی

اورحسی شکل میں پیش کیاگیاتاکہ اس کی حیثیت اعلانِ الٰہی کی ہوجائےجسے لوگ اپنے کانوں سے سن سکیں اوراپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔[45]

واقعات سیرت کی توقیت کی وضاحت

علامہ البوطی مختلف مقامات پرواقعات سیرت کے وقوع پذیرہونے کے وقت کے بارے میں اختلاف کوبھی بیان کرتے ہیں۔ غزوہ ذات الرقاع کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ علمائے مغازی وسیرکااتفاق ہے کہ یہ غزوہ خیبرسے قبل پیش آیاتھا۔پھران میں اس بات پراختلاف ہے کہ یہ غزوہ بنونضیرکے بعد4ھ میں پیش آیایا5ھ میں پیش آیا۔اکثرکے مطابق غزوہ بنونضیرکے بعد4ھ میں پیش آیاجبکہ ابن سعداورابن حبان کاخیال ہے کہ 5ھ میں پیش آیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں صراحت کی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبرکے بعدپیش آیااس لیے کہ اس میں ابوموسیٰ اشعریؓ نےشرکت کی تھی جوغزوہ خیبرکے بعدحبشہ سے آئے تھے۔[46]حافظ ابن حجرنے بھی امام بخاری کی رائے کوترجیح دی ہے اوردلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع میں نمازخوف اداکی تھی جبکہ غزوہ خندق میں نمازخوف ادانہیں کی تھی بلکہ نمازقضاکی تھی۔ اگریہ غزوہ خندق سے پہلے ہوتاتوآپ ﷺ غزوہ خندق میں بھی نمازخوف اداکرتے۔[47]اس کے علاوہ ابن حجرنے صحیحین کی

اس روایت سے بھی استدلال کیاہے کہ ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ کس طرح غزوہ ذات الرقاع میں چلتے چلتے ان کے پاؤں زخمی ہوگئے تھے اورانہوں نے ان پرپٹیاں باندھ لی تھیں۔ابوموسیٰ اشعری؄ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اورہ غزوہ خیبرکے بعدحبشہ سے واپس آئے تھے۔

ابن قیم نے لکھاکہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعدپیش آیا۔[48] البوطی لکھتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ احزاب سے قبل پیش آیا۔صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ غزوہ خندق میں حضرت جابر؄ نے رسول اللہ ﷺ اورکچھ اصحاب کی اپنے گھرمیں دعوت کی تھی۔اوراسی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جابر؄ کی بیوی سے فرمایاکہ خودبھی کھاؤ اوردوسروں کوبھی کھلاؤ اس لیے کہ لوگ قحط میں مبتلاہیں۔صحیحین میں ہی یہ حدیث مذکورہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع میں حضرت جابر؄ سے دریافت کیاکہ کیاتمہاری شادی ہوگئی ہے؟انہوں نے فرمایاکہ ہاں اللہ کے رسول۔اس کامطلب ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر آپ ﷺ کوحضرت جابر؄ کی شادی کاعلم نہیں تھا،اس سے واضح ہوتاہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبرہی نہیں بلکہ غزوہ احزاب سے بھی قبل پیش آیا۔[49]

البوطی حافظ ابن حجرکے دلائل کاجواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن حجرکی یہ دلیل کہ آپ ﷺ نے غزوہ خندق میں نمازخوف ادانہیں کی تھی تواس کاجواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہوکہ مسلمانوں اورکفارکے

درمیان شدیدتیراندازی ہورہی ہواورنمازاداکرنے کاموقع بالکل نہ مل سکاہو۔یہ بھی ممکن ہے کہ غزوہ خندق میں دشمن قبلہ کی سمت میں ہوجبکہ غزوہ ذات الرقاع میں دشمن قبلہ کی سمت میں نہیں تھا۔یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے چھوٹ جانے والی نمازکی قضاکی مشروعیت بیان کرنے کے لیے ایساکیاہو۔

ابوموسیٰ اشعری کے حبشہ سے واپس آنے والی دلیل کاعلمائے سیرو مغازی نے یہ جواب دیاہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے ذات الرقاع کہہ کرکوئی اورغزوہ مرادلیاہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے فرمایاکہ ہم رسول اللہﷺ کےساتھ ایک غزوہ میں نکلے۔ ہم چھ افرادتھے اورہمارے درمیان ایک اونٹ تھاجس پرہم باری باری سواری کرتے تھے۔جبکہ غزوہ ذات الرقاع جس کے بارے میں گفتگوہورہی ہے اس میں مسلمانوں کی تعداداس سے کہیں زیادہ تھی۔اس طرح یہ واضح ہوتاہے کہ غزوہ ذات الرقاع کے زمانہ وقوع کی تعیین کے بارے میں علمائے مغازی وسیرکی اختیارکردہ رائے درست ہے۔[50]

خلاصہ بحث

فقہ السیرہ کے حوالے سے علامہ سعیدرمضان البوطی منفردمنہج واسلوب کے حامل ہیں جونہایت آسان فہم اورسادہ ہے۔واقعات سیرت سے مستنبط شدہ احکام اوردروس وحکمتوں کے ضمن میں ان کاطرزبیان نہایت

دلکش اورقابل فہم ہے۔ جس کوہرقاری بآسانی سمجھ سکتاہے۔ان کے مستنبط دروس وحکمتیں عصرحاضر سے بہت زیادہ مطابقت رکھتی ہیں جن کی وجہ سے ان کی کتاب کووہ شہرت نصیب ہوئی جوہرکتاب کے حصہ میں نہیں آتی۔ان کے اسلوب کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کے اندازبیان سے واقعات سیرت کے حوالہ سے ذہن میں واردہونے والے بہت سے سوالات کے جوابات میسرہوجاتے ہیں۔انہوں نے مختلف ابحاث کے دوران سیرت کے حوالہ سے مستشرقین کے بہت سے اعتراضات کاتسلی بخش جواب فراہم کردیاہے۔ان کی کتاب کی خاص بات آپؐ کی خاصیت نبوت کواجاگرکرناہے۔ جس سے بہت سے واقعات سیرت پراعتمادکرنااورمعجزات کوتسلیم کرناآسان ہوجاتاہے۔ جومستشرقین کاایک خاص ہدف ہے۔اصلاح عقائدونظریات کے حوالہ سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔ جس میں بہت سے نظریات کی وضاحت کردی گئی ہے۔فقہی مباحث اوران کی عصری معنویت نے ان کی کتاب کوانتہائی مفیدبنادیاہے۔ مختصریہ کہ علامہ البوطی نے اپنے منفرداسلوب کی بدولت سیرت کوقابل عمل صورت میں پیش کرنے کی شاندارکوشش کی ہے۔جوانسانیت کی نجات کی ضامن ہے۔

[1] ابن قیم، محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1411ھ ،ج3، ص11

[2] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ،الموافقات فی اصول الشریعۃ، وزارۃ الشؤون العربیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ، س ن ، ج1، ص3

[3] القادری، محمدطاہر، ڈاکٹر، مطالعہ سیرت کے بنیادی اصول، منہاج القرآن پبلی کیشنزلاہور، 2006ء، ص54

[4] فاروق حمادۃ، الدکتور، مصادرالسیرۃ النبویۃ وتقویمها، دمشق، دارالقلم، س ن، ص159

[5] غازی، محموداحمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، 2007ء، ص532

[6] مبارک پوری، قاضی اطہر، تدوین مغازی وسیر، دارالنوادرغزنی سٹریٹ لاہو، 2005ء، مقدمہ ازعبدالجبارشاکر

[7] ہاشمی، شاہ معین الدین، ڈاکٹر، بیسویں صدی میں فقہ السیرۃ کارجحان، فکرونظر، سہ ماہی ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، جلد49، شمارہ3۔2، اکتوبر۔نومبر۔ دسمبر ،مارچ 2012ء، ص112

[8] البوطی،محمدسعیدرمضان،ڈاکٹر،فقہ السیرۃ(مترجم محمدعمران انورنظامی)فریدبک سٹال لاہور، 2009ء مقدمہ، ص26

[9] آزاد، ابوالکلام، مولانا، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی اردوبازارلاہور، س ن، ص46

[10] البوطی،محمدسعیدرمضان، فقہ السیرۃ،مقدمہ طبع دوم، ص29

[11] البوطی،محمدرمضان سعید،ڈاکٹر،فقہ السیرۃ النبویۃ مع موجزلتاریخ الخلافۃ الراشدۃ،دارالفکر المعاصر بیروت ،لبنان،س ن،ص25

[12] البوطی،محمدسعیدرمضان، فقہ السیرۃ،ص23

[13] فقہ السیرۃ، ص408

[14] البوطی،محمدسعیدرمضان، فقہ السیرۃ،ص88

[15] ایضاً، ص102

[16] البوطی، فقہ السیرۃ، ص63،64

[17] فقہ السیرۃ، ص175

[18] ایضاً، ص176

[19] ایضاً، ص177

[20] بخاری، محمدبن اسماعیل، صحیح بخاری، الطاف اینڈسنزکراچی، 2008ء، ج1 ص360، کتاب الجنائز، باب الصلوۃ علی الشہید، رقم حدیث1343

[21] الشربینی، محمدبن خطیب، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، دارالمعرفۃ بیروت، 1418ھ/ 1997ء،ج1،ص519، کتاب الجنائز

[22] فقہ السیرۃ،ص289

[23] فقہ السیرۃ،ص356،357

[24] ایضاً،ص358

[25] البوطی،محمدسعیدرمضان، فقہ السیرۃ، ص119

[26] فقہ السیرۃ ،ص197،198

[27] بخاری، صحیح بخاری، ج2،ص1122، باب غزوۃ بنی المصطلق، رقم حدیث4138

[28] ابن حزم، احمدبن سعید، المحلی بالآثار،دارالکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، 2003ء، ج9، ص222

[29] ابن حزم، المحلی، ص224

[30] ابن حزم، المحلی، ص223

[31] فقہ السیرہ، ص383

[32] فقہ السیرہ،ص384

[33] ایضاً، ص166

[34] فقہ السیرہ، ص171

[35] محمدبن سعد، الطبقات الکبریٰ (مترجم)نفیس اکیڈمی اردوبازارکراچی، س ن، ج1، ص223

[36] نووی، یحیی بن شرف النووی،المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، ،دار إحياء التراث العربی،بیروت، 1392ھ، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، ج2، ص209

[37] ابن حجر، احمدبن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، الریاض، ج7، ص237، رقم حدیث3886

[38] فقہ السیرہ، ص211

[39] ابواسحاق شیرازی، ابراہیم بن علی، اللمع فی اصول الفقہ،دارابن کثیر، دمشق بیروت،1416ھ، ص 267

[40] بیضاوی، عبداللہ ابن عمر، تفسیربیضاوی، دارالکتب العربیہ الکبریٰ، مصر، س ن ، ج3، ص57

[41] فقہ السیرہ، ص141ـ143

[42] فقہ السیرہ ، ص232

[43] وہبہ الزحیلی، آثارالحرب فی الفقہ الاسلامی، دارالفکردمشق، 1998ء، ص95، حاشیہ

[44] کاندھلوی، محمدادریس، سیرت مصطفیٰﷺ، کتب خانہ مظہری کراچی، س ن، ج1، ص78

[45] ایضاً، ص91

[46] بخاری، صحیح بخاری، الطاف اینڈسنزکراچی، 2008ء، ج2، ص1120، باب غزوہ ذات الرقاع

[47] ابن حجر، احمدبن علی، فتح الباری، ج7،ص482

[48] ابن قیم، ابوعبداللہ محمدبن ابی بکر، زادالمعاد فی ہدی خیرالعباد، دارعالم الفوائد، المکہ الکرمہ، 1439ھ، ج3،ص293

[49] فقہ السیرہ،ص365

[50] فقہ السیرہ،ص366